مدح سرائی نہیں کرسکتا۔ (تاریخ آداب العرب مصطفیٰ صادق الرافعی ۱۹۲۱ [illegible])

خلف الاحمر: جو جاہلی شاعری کی روایت کرنے میں دوسرے درجہ پر ہے اور اس نے جاہلی سرمایہ کی روایت کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے معتوب و متہم ہے اور قابل الزام ٹھہرا، طٰہٰ حسین نے دونوں کے بارے میں شدید لہجہ اختیار کیا اور کہا کہ "حماد الراویہ" جو کوفیوں کے یہاں جمع و روایت کرنے میں مشہور تھا اور خلف الاحمر جو بصریوں کے درمیان اس فن میں منفرد تصور کیا جاتا تھا، دونوں ہی غلط آدمی تھے۔ وہ اخلاق، دین اور عزت و وقار سے خالی تھے، دونوں شرابی و کبابی تھے۔ شراب و کباب اور فسق و فجور میں مخمور رہتے اور لہو و لعب و فقیہ گری کی مجلسوں پر شریک ہوتے، حماد، خلف الاحمر، ابو عمرو بن العلاء، اصمعی، ابو عمرو شیبانی، ابن اسحاق اور مبرد جاہلی ادب و اشعار کے مورخ اور راوی سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن ان میں سے ہر ایک نے دوسرے پر الزام لگایا، ابن اعرابی نے اصمعی اور ابو عبیدہ پر الزام لگایا، اس طرح کوئی کسی کو ثقہ نہیں سمجھتا۔

فن کتابت کا رواج اسلام آنے کے بعد شروع ہوا، ادا فعات و روایت کا سلسلہ زمانۂ جاہلیت میں زبانی تھا: اشعار لوگوں کو حفظ رہتے۔ اس طرح زمانۂ جاہلیت میں روایت کا انداز بغیر لکھے ہوئے زبانی رائج رہا۔ اس لئے جو اشعار و قصائد جو ہمارے پاس موجود ہیں، بالکل صحیح اور جاہلی زمانے کے نہیں ہوسکتے۔ شکوک و شبہات تو پیدا ہی ہو جاتے ہیں۔

تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام نے جاہلی شاعری کی جہالت اور بیہودہ باتوں کو دیکھ کر شاعری کو بالکل ممنوع قرار دے دیا۔ خود حضور پر شعر و شاعری کرنے کا الزام لگایا گیا۔ تو سخت انداز میں تنبیہ آئی اور اس امر سے قرآن نے صریح طور پر انکار کر دیا۔ لہٰذا تو امکان ہے کہ لوگ جاہلی اشعار کو بھول گئے ہوں۔

رشعر شاعری سے نفرت پیدا ہو گئی تھی فطری امر تھا کیونکہ قرآن نے تو شعراء کو راہ ... بتایا۔ ان کی کوئی راہ و منزل نہیں، ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں۔

دوسری طرف اسلام آنے کے بعد جو لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے، ان کی مشغولیات میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا — دعوت دین اور جہاد ان کا عظیم اور غیر معمولی فریضہ ہو گیا۔

• مصادر الشعر الجاهلي وقيمتها التاريخية، ڈاکٹر ناصر الدین الاسد ص ۳۴۸

ایک اہم دلیل جاہلی سرمایہ ادب کے شک و شبہ میں یہ پیش کی جاتی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جزیرۃ العرب کے مشرقی و مغربی علاقوں کی زبانوں کے لہجے و انداز مختلف تھے، قبیلہ قحطان کے لوگوں کا لہجہ کچھ اور تھا اور عدنانیوں کا لب و لہجہ کچھ اور، اس کے برعکس جاہلی سرمایۂ ادب کے تمام موجودہ حصے اور باقیات ایک ہی لہجہ میں ہیں۔ لہٰذا یہ بات بعید از قیاس نہیں ہو سکتی کہ جاہلی شعراء کے موجودہ کلام گھڑے ہوئے ہیں۔

یہ وہ دلائل ہیں جو مستشرقین، اسلامی اور مسلمانوں کے ادب و کلچر کے دشمن اور ان سے مرعوب مشرقی علماء و مورخین پیش کرتے ہیں۔ خاص طور پر مصری ادیب جدید مغربی کلچر سے متاثر ہونے والے ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے یہ کوشش کی ہے، انہوں نے مشہور کتاب "فی الشعر الجاهلی" میں مزید جاہلی سرمایہ ادب و فن کو شکوک و شبہات کے سمندر میں ڈبو دیا ہے۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں فی الشعر الجاهلی، ڈاکٹر طٰہٰ حسین مکمل کتاب ؏

ب شکوک ۱۔

حماد الراویہ کوفی جس نے معلقات کی روایت و تدوین کا اہم فریضہ انجام دیا اشعار خود گھڑتا اور بناتا اور ان کو جاہلی نامور شعراء کی جانب منسوب کرتا۔ اس کے اس حرکت کی خبریں اور دوسرے لوگوں کی جانب سے شدید تنقید

ہوتی، اور حاکم وقت بھی اس کو بلا بھیجتا۔ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ہشام بن عبدالملک کو کسی شعر کے بارے میں شک ہوا تو اس نے حماد کو بصرہ سے بلا بھیجا حماد بارہ روز کے بعد نہایت ڈرا ہوا آیا، لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ کسی شعر کے بارے میں بادشاہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کا خوف جاتا رہا، چنانچہ ہشام نے جب اس شعر کے بارے میں حماد سے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ شعر عدی بن [illegible] کا ہے۔ بادشاہ نہایت خوش ہوا، اور انعام واکرام اور بخشش وعنایت کی۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حماد روایت کے سلسلہ میں سچا اور ثقہ تھا۔ اور جاہلی اشعار و قصائد کی روایت کرنے میں اس نے کوئی غلطی نہیں کی۔ وہ کوفی ہونے کے باوجود ابو عمرو بصری کی برائی بیان نہیں کرتا، جو بصرہ میں جاہلی سرمایۂ ادب کی روایت کرنے میں کافی شہرت یافتہ تھا، اکثر جاہلی اشعار کی روایت کرنے میں حماد الراویہ کے ساتھ ابو عمرو شیبانی اور دوسرے رواۃ شریک تھے لہٰذا تمام لوگوں کو جھوٹا اور غیر ثقہ نہیں کہا جا سکتا۔

دوسری دلیل جو طٰہٰ حسین نے مستشرقین کے خیال کی تقلید کرتے ہوئے پیش کی ہے کہ جاہلی سرمایۂ ادب و فن ہمارے پاس تحریری اور تاریخی صورت میں نہیں پہنچے ہیں۔ لہٰذا یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ تمام اشعار صحیح اور جاہلی شعراء کے کلام ہیں۔ اس کا جواب لوگوں نے یہ دیا ہے کہ کیا وہ تمام اشیاء جو جاہلی زمانے کی عرب قوم کے بارے میں ہم تک پہنچی ہیں صرف افسانے اور ناول ہیں۔ اس چیز کا اعتراف تو آج تک کسی مورخ اور تاریخ داں نے نہیں کیا۔ اور اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو احادیث نبویہ بھی شکوک و شبہات کے بھنور میں پھنس جائیں گی کیونکہ ایک عرصہ تک ان احادیث کی روایت و سماع صرف زبانی ہوتی رہی۔

شعر و شاعری نے اسلام کی دوری کا، اس سے مخالفت اور شعرا کو گمراہ کہنا
بلکہ مخالفت نہیں کرتے کہ اسلام نے اسلامی سماج کو ادبی ذخیرے سے دور رکھنے
شش کی، یا لوگوں کو شعر و شاعری سے بالکل منع کر دیا، بلکہ زمانہ اسلام
خود حضورؐ کے زمانے میں حسان بن ثابت، کعب بن زہیر، حطیئہ، اور نابغہ
جیسے مایہ ناز شعراء موجود تھے۔ حسان بن ثابت سے تو حضورؐ اکثر و بیشتر
سنا کرتے تھے، اور کفار کی ہجو کرنے کے لئے ان سے کہتے۔

لب و لہجہ کے اختلاف کی بات و ثبوت بھی کوئی خاص امر نہیں۔ یہ امر واقعہ
اسلام سے قبل عربی زبان مختلف لب و لہجہ میں تقسیم تھی، اور اسلام کے آنے
بعد اس کا خاتمہ ہوا۔ یہ امر تعجب نہیں کیونکہ یہ بات اکثر زبانوں میں پائی جاتی
لیکن جب کوئی زبان ادبی شکل میں آتی ہے تو تمام اختلافی وادیاں ختم ہو جاتی
خصوصاً یمن کے مختلف قبائل میں بول چال کے مختلف لہجے تھے، لیکن ان
کے تمام ادبی نمونے و قصائد ایک انداز و لہجہ میں ملتے ہیں۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے اپنی کتاب "فی الشعر الجاہلی" میں اپنی رائے کے حق میں یہ بات
ہے کہ عرب جاہلی قوم اسلام اور سیاست سے کوسوں دور تھی، لیکن وہ
قصائد جن کی روایت عباسی دور میں ہوئی ان میں اسلام اور سیاست
ملق باتیں ہیں۔ اس کا نہایت سادہ اور عام فہم جواب یہ ہے کہ عرب قوم الحاد
نہیں تھی، بلکہ مشرک قوم تھی، اور ان میں بھی کچھ ایسے لوگ تھے، جو عقل سلیم
تسلیم پر مائل تھی۔ [illegible] رکھتے تھے، زہیر [illegible]
واضح مثال ہے اور اس کا کلام اس امر پر دال ہے عرب قوم تھی اور [illegible]
ت سے کسی حد تک دور تھی، اور [illegible]
منقسم تھی، وہ [illegible]

شاعری مٹا دیا تھا۔ اس نے جو شعراء کے کلام سے سرحدوں کی [illegible] بھی کی اور
[illegible] کے دربار [illegible] سے بھی تنقید ہو سکے

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جاہلی ادبی سرمائے کا سرے سے انکار کرنا اور اس کے ثبوت میں مختلف دلائل پیش کرنا محض ان لوگوں کے شکوک و شبہات پر مبنی ہے جو مغربی تعلیم و فکر اور ان مستشرقین کے اقوال سے بے حد متاثر ہوتے ہیں کہ کوشش صرف یہ تھی کہ ہر اس چیز کو معیوب و غلط اور غیر ثقہ ثابت کیا جائے جو مسلمانوں کی فکر و تہذیب اور ادب و ثقافت کی عکاسی کرتی ہو، اور جنہوں نے قرآن و حدیث پر کیچڑ اچھالنے سے گریز نہیں کیا۔ الغرض یہ کہا جا سکتا ہے کہ کچھ اشعار غلط گھڑے ہوئے، اور ان کی روایت غلط ہو سکتی ہے جیسا کہ احادیث نبویہ میں بھی ہوا، لیکن تمام ادبی ورثہ اور سرمایہ ادب جاہلی کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔

مراجع ومصادر

۱۔ تاریخ العرب الادبی "فی الجاهلية وصدر الاسلام" نکلسن۔ ترجمہ و تحقیق ڈاکٹر صفاء خلوصی۔ بغداد ۱۹۶۹ء

۱۔ محمد فرید وجدی نے اپنی کتاب "نقد کتاب الشعر الجاهلی" میں نہایت جامع انداز میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے شکوک و شبہات اور جاہلی سرمایۂ ادب کے بارے میں طٰہٰ حسین کے خیالات کا جواب دیا ہے۔ پوری کتاب طٰہٰ حسین کی کتاب "فی الشعر الجاهلی" کے رد میں لکھی گئی ہے۔ مزید معلومات کے لئے اس کتاب کو ملاحظہ کریں، پوری بات سمجھنے کے لئے طٰہٰ حسین کی کتاب بھی دیکھیں۔ ایک دوسری کتاب "نقض کتاب فی الشعر الجاهلی" ہے۔ اس کتاب میں طٰہٰ حسین کی رائے پر سخت تنقید کی گئی ہے یہ کتاب سید محمد الخضر حسین نے لکھی ہے۔

٢- تاريخ آداب اللغة العربية — جرجي زيدان — قاهره
٣- شرح القصائد السبع الطوال الجاهليات، ابو بكر محمد بن القاسم الانباري قاهره سنة ١٣٤٣م
٤- مصادر الشعر الجاهلي وقيمتها التاريخية، دكتور ناصر الدين الاسد قاهره سنة ١٩٥٦م
٥- تاريخ الادب العربي (الجزء الاول) دكتور شوقي ضيف قاهره سنة ١٩٦٠م
٦- رجال المعلقات العشر — شيخ مصطفى الغلاييني بيروت سنة ١٣٤٣م
٧- تاريخ الادب العربي (الجزء الاول) — السباعي — قاهره سنة ١٩٤٧م
٨- تاريخ الادب العربي — كارل بروكلمان — قاهره
٩- تاريخ الادب العربي (الجزء الاول) — عمر فروخ — بيروت سنة ١٩٦٥م
١٠- نقد كتاب الشعر الجاهلي — محمد فريد وجدي — قاهره سنة ١٩٢٦م
١١- في الشعر الجاهلي — دكتور طه حسين
١٢- تاريخ الادب العربي، — حسن زيات — ط سنة ١٩٣٠م
١٣- الحياة الادبية في العصر الجاهلي — محمد عبد المنعم خفاجي — ط سنة ١٩٤٩م
١٤- تاريخ الادب العربية — نالينو كارلو — ط قاهره سنة ١٩٥٤م
١٥- تاريخ الادب العربي — حنا الفاخوري — ط لبنان سنة ١٩٥١م
١٦- تاريخ آداب العرب — مصطفى صادق الرافعي — قاهره سنة ١٩٥٣م
١٧- ادب العرب — مارون عبود — بيروت سنة ١٩٦٠م
١٨- نقض كتاب في الشعر الجاهلي — محمد الخضر حسين — قاهره سنة ١٣٤٥م
١٩- في الادب الجاهلي — دكتور طه حسين — دار المعارف بمصر

ختم شد

تصوف علم و تحقیق کی روشنی میں

ڈاکٹر نورالاسلام صدیقی، (لکچرر) شعبۂ فارسی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔

تصوف عربی زبان کا کلمہ ہے۔ (اس کا مادہ "صوف" ہے اور یہ باب تفعّل سے آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں "اونی لباس پہننا"۔ تصوف کی راہ پر چلنے والے صوفی کے نام سے مشہور و معروف ہوتے ہیں کچھ لوگوں کے مطابق ابتدا میں صوفیہ کو ان کی صوف پوشی ہی کی وجہ سے صوفی کہا جاتا تھا۔ عام طور پر صوفی کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو صفاتِ باطن کی طرف راغب ہوتے ہیں، اور اپنا تزکیۂ نفس کرتے ہیں۔ درج ذیل اقتباس میں دیکھئے۔

"جو لوگ کدورتِ بشریت سے پاک و صاف کر دیے گئے، وہ صوفی کہلانے لگے۔ ایک دوسرے بزرگ کی رائے میں ان لوگوں کا لباس انبیاء علیہم السلام کی تقلید میں صوف (پشمینہ) کا ہوتا تھا اس لئے یہ صوفی کہلائے، ایک اور گروہ اس طرف گیا ہے کہ اصحابِ صُفّہ کے باقیاتِ صالحات صوفی کے لقب سے موسوم ہوئے" [۱]

تصوف کا مرکز و محور اور سرچشمہ در اصل قرآن و حدیث ہے۔ جس کا عملی نمونہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کے بعد صحابۂ کرام کی زندگی ہے

عبارت ہے۔ قرآن وحدیث سے الگ تصوف کا ہرگز کوئی خارجی وجود نہیں۔ صوفیہ کرام کے اصول وضوابط اور معمولات قرآن وحدیث کی روشنی ہی میں متعین ہوتے۔ تصوف کو اجمالی طور پر کلمۂ طیبہ کی مثال سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔ کلمۂ طیبہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کے دو جزو ہیں۔ اس کے شق اول "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" سے وحدانیت کے مفہوم کا استخراج ہوتا ہے۔ جبکہ شق ثانی "محمد رسول اللہ" سے رسالت کا اتباع ناگزیر ہے۔ یہی اصل تصوف کا ہیولیٰ ہے۔ اس کا خلاصہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ بندۂ مومن خدا کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے خود کو اتباعِ رسول سے ہر طرح ہمکنار کرے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا یہ قول کتنا پُرمغز ہے۔

"اِجْعَلِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ اَمَامَكَ وَانْظُرْ فِيْهِمَا بِتَاَمُّلٍ وَتَدَبُّرٍ وَاعْمَلْ بِهِمَا وَلَا تَغْتَرَّ بِالْقَالِ وَالْقِيْلِ وَالْهَوَسِ"۔ [۲]

کتاب وسنت کو اپنے سامنے رکھو، تأمل وتدبر کے ساتھ ان دونوں کا مطالعہ کرو اور انہیں دونوں کو اپنا دستورالعمل بناؤ۔ اور قال وقیل اور ہوا وہوس سے دھوکا نہ کھاؤ۔

حقیقت یہ ہے کہ بزرگانِ دین اور صوفیۂ کرام نے جو معمولات اپنائے اور جن کے اختیار کرنے کی اپنے معتقدین کو تلقین کی وہ درحقیقت فکری اور عملی طور پر اسی وحدانیت اور رسالت کی تکمیل کا گوہر مراد ہیں۔ جس کا... مقصد صرف ذات باری تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنا ہے۔ ایک مشہور ومعروف محقق کا خیال ہے۔

"صوفی کا مقصود اللہ، مطلوب اللہ، اس کا جینا، مرنا، اس

کی فکر، اسی کی عبادت صرف اللہ ہی کے لئے ہوتی ہے، وہ ماسوائے حق سے ہر حال میں بیگانہ ہوتا ہے۔ اللہ ہی ہمارے اِلٰہ ہیں وہی ہمارے معبود ہیں، مسجود ہیں، مقصود ہیں، ہمارے رب ہیں مستعان ہیں، ہم اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور ان ہی سے تمنّا مرادیں اور حاجات میں اعانت چاہتے ہیں، "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" عبادت و استعانت کے نقطۂ نظر سے ہم ماسوا اللہ سے کٹ جاتے ہیں۔ اور فقر و ذلت یا بندگی نسبت اللہ ہی سے جوڑ لیتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی معبودیت و ربوبیت پر یہ یقین انسان کو تمام صفاتِ رذیلہ سے پاک اور تمام اوصافِ حمیدہ سے آراستہ و پیراستہ کر دیتا ہے اس کا قلب کفر و شرک و نفاق و بدعت و فسق و فجور سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور ایمان و توحید و صدق و حسنہ سے مزین، تصوف ابتداً اسی تطہیرِ قلب کا نام ہے۔" ۳

تصوّف کی اجمالی تاریخ یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جن لوگوں نے صحابہ کرام کی صحبت اختیار کی انھیں تابعین کے نام سے یاد کیا گیا، اموی دور کے اواخر میں جن لوگوں کو دینی امور سے زیادہ شغف رہا، انھیں محدثین و فقہاء کے ناموں سے یاد کیا گیا۔ مرورِ ایام کے ساتھ ساتھ اسلامی سلطنت وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی، یہاںتک کہ عباسی دور کے اوائل میں اس کا واسطہ براہِ راست دنیا کی معروف ترین، عقل پرست قوم اہل یونان کے علوم سے ہوا، یونانی فلسفہ جب اسلامی دنیا میں روشناس ہوا تو اس کے عقل کی دنیا میں نیا رجحان برپا کر دیا اور ایک طبقہ کا طرف